بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ابھی معراج شریف کی تقریب گذری، شب برات آرہی ہے، اور رمضان المبارک کے ماہ صبر کا چاند ہم پر چمکنے والا ہے۔

صوم اور صبر اور حکمت کی جتنی ضرورت آج ہم کو ہے، اتنی کبھی نہ تھی۔ صبر و حکمت کے بغیر حکمت و تدبر کی راہ آدمی پر نہیں کھلتی ہے۔ خواہشوں اور جذبوں کو آدمی لگام دے کر قابو میں نہ رکھ سکتا ہو یا زبان بتیس دانتوں سے باہر نکلی چلی جا رہی ہو تو نہ ایمان بیدار ہو سکتا ہے، نہ حکمت و تدبر کی راہیں کھلتی ہیں، نہ انسان اپنے آپ کو حیوانوں کی سطح سے بلند تر مقام کا صاحب سمجھ سکتا ہے۔ انفرادی زندگی، نجی اور خاندانی، قومی اور ملکی یا ملی اور بین الانسانی مسائل و مصائب کو سمجھنا اور ان پر صحیح ردعمل دکھانا اور ان کو معقولیت اور اعتدال و توازن سے سمجھنا اور سمجھانا اور ان کے درست حل نکالنا یا ان کے متعلق اپنے ذہنی یا عملی رویے کو صحیح رخ پہ رکھنا صرف ان لوگوں کے مقدر میں ہوتا ہے جو خدا کے احکام، رسول پاک کے اسوہ اور دین کے تعلیم کردہ نسخہ صبر و حکمت کو برت کر شرف انسانیت کے قابل احترام مقام تک پہنچیں۔

اس مقصد کو اسلام کے عقائد کے تحت اس کی پنجگانہ عبادات، سبھی پورا کرتی ہیں، مگر اس معاملے میں روزہ خاص امتیاز اور فوقیت رکھتا ہے۔

ان مبارک مہینوں میں جن کا سلسلہ حج تک چلے گا، خلیجی جنگ کے سارے مظلومین کے لیے عاجزی سے دعائیں کرنی چاہئیں، کویت کے شہدا اور تباہ شدگان

کے بعد اب جو قیامت عراق کے شہریوں اور عورتوں اور بچوں پر ٹوٹ پڑی ہے۔ اس نے قلوب کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ ان سطور کی تحریر کے دوران ہی یہ اچھی اطلاع ملی ہے کہ صدام حسین نے کویت کو خالی کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ اعلان سلامتی کونسل کی قرار داد نمبر ۶۶۰ کے تحت کیا گیا ہے، جس میں لکھا گیا ہے کہ عراق کویت کو غیر مشروط طور پر خالی کر دے۔ ویسے صدام حسین صاحب نے سیاسی مہارت سے کام لیتے ہوئے فلسطین کے مقبوضہ علاقوں کی واگذاری اور اسرائیلیوں کو حال ہی میں دیئے ہوئے مہلک اسلحہ کی واپسی کی شرائط بھی اٹھا دی ہیں۔

اب اس بابرکت دور میں ہماری دعا ہے کہ قتل و غارت کا سلسلہ بند ہو، کویت جس نے ۷ ہزار افراد کی قربانی اور دولت اور تیل کی بے شمار تباہی برداشت کی ہے، آزاد مملکت کی حیثیت سے بحال ہو۔ عراق میں انسانی جان و مال کا زیاں ختم ہو، امت کی امن کانفرنس کامیابی سے منعقد ہو کر نتیجہ خیز ہو۔ سعودی عرب کو امن واپس ملے اور امریکی اور اتحادی فوجیں رخصت ہوں اور اپنے نیو آرڈر کے شر پسندانہ سامراجی منصوبوں کو فائلوں میں واپس رکھ دیں۔

اب کہ خلیجی قضیے کے حل کی راہ نکل رہی ہے۔ اور صدام حسین نے بڑی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے کویت کو خالی کر دینے کا اعلان کر دیا ہے، نیز ہم محسوس کرتے ہیں کہ اب خلیجی ممالک پر وارد شدہ مصیبت ٹل جانے والی ہے، اب ہم ذرا "بازنہ بخویشتن نگر" کے احتسابی فارمولے پر عمل کرتے ہیں۔ تاکہ آگے جو آزمائشیں آنے والی ہیں اور پاکستان کے لیے حالات جو ٹیڑھی شکلیں اختیار کر رہے ہیں، ان میں اپنا فرض حکمت و تدبر اور سنجیدگی اور قربانی سے ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔

پہلا بڑا حادثہ یہ ہے کہ ہم نے بحیثیت ملت اپنے آپ کو ایک صاحبِ حکمت و تدبیر قوت کے بجائے، بھڑکتے جذبات کی سرمستی میں غوغا آرائی کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔ یہ ایک مقدس دینِ حق رکھنے والی اور ایک شاندار تاریخ کی وارث قوم اوّل تو پچھلے سو ڈیڑھ سو پچاس برس سے ماضی کے احوال کی روشنی میں مستقبل کے امکانات کو سمجھ ہی نہیں سکی، اور نہ ہی اس کے دینی رہنماؤں نے، نہ علمی طور پر ریسرچ کرنے والوں نے، نہ سیاسی اکابر اور صحافی و دانش ور اصحاب نے اسے آنے والے چیلنج سے کبھی آگاہ کیا، نہ اس کے مقابلے کی کوئی فکری اور عملی تیاری کرائی، اور نہ جب ایک بلا ٹوٹ پڑی تو اس پر غور و فکر کر کے مضبوط مگر ٹھنڈے انداز میں کوئی رہنمائی دی۔ کسی نے نہیں بتایا کہ اب جب کہ تم امواجِ حوادث میں ناگہانی طور پر گھر گئے ہو تو ان سے لڑ کر یا ان پر سوار ہو کر یا ان پر کوئی جہاز تیرا کر، کیسے عہدہ برآ ہو سکتے ہو۔

پس فوری طور پر باہر کے اس تاریخی طوفان کے مقابلے کے لیے ہم نے اپنے اندھے ہیجانات کی قوت کو میدان میں ڈال دیا۔ غیظ و غضب پھیلا ہوا ہے، نعرے لگ رہے ہیں۔ سڑکیں گھسائی جا رہی ہیں، دشمن کے پتلے اور اس کے ملکی جھنڈے جل رہے ہیں، خود اپنی قومی اور عوامی املاک کی تباہی بھی ہو رہی ہے۔ عراق کے لیے بھرتی کے دفتر کھل گئے ہیں ــ اور یوں لگتا ہے کہ بس اسی غوغا آرائی سے امریکہ اور اس کے اتحادی مفتوح ہو رہے ہیں۔ ان کی مسلم دشمنی کے ڈنک کو کچلا جا رہا ہے۔

مگر بدقسمتی سے نہ کسی کو یہ معلوم کر سا لا چکا کیا ہے؟ اس جنگی ڈرامے کا مصور اکیٹر اور مسمّا ڈائریکٹر کون ہے؟ ظلم و استبداد کس کس نے کس کس پر کیا ہے؟ اس کے پیچھے کے تاریخی عوامل کیا ہیں اور آگے چل کر بڑی طاقتوں کا پروگرام کیا ہے؟ کس کو کس سے کتنا اور کس سے جوڑنا ہے؟ اور خود ہماری کیا گت بن سکتی ہے؟ نیز عراق میں جو رضا کار بھیجے جانے والے ہیں، ان کے لیے اجازت حاصل کی جا چکی ہے یا محض پروپیگنڈا اسٹنٹ ہے؟ ان کو آیا لائن بنانے کی بھی تربیت دی گئی ہے؟ وہ عراق جا کر کون سے جدید اسلحہ کو استعمال کرنے مہارت دکھائیں گے یا ان کو وہاں دوچار ماہ

کی ٹریننگ کس طرح دی جائے گی؟ وہاں کی حکومت ان کے لیے خوراک، لباس اور ادویہ کا کیا انتظام کرے گی؟ کیا ۵ لاکھ رضاکاروں کے لیے رسد کا انتظام وہاں ایک ہفتہ کے لیے بھی ہوگا یا کیا یہ لوگ آٹے کی بوریاں اور دالیں اور دوسری خشک رسد ساتھ لے جائیں گے؟ یا چند ماہ بھوک ہڑتال کی حالت میں لڑائی کر کے قوتِ ایمانی کا ایک نیا پہلو سامنے لائیں گے۔

جب ان سوالوں کو سامنے رکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہم خوابوں اور سرابوں کی دنیا کے لوگ ہیں جنہیں اللہ نے منت کش عقل و تدبر ہونے سے فارغ کر دیا ہے اور جو دنیا کی دنیا کو محض اپنے جذباتی ابال سے فتح کر سکتے ہیں۔

عالمی دشمن طاقتیں گو ہمارے حالِ زار سے پہلے بھی آگاہ ہیں، مگر انہوں نے عالمِ اسلام کے جسم میں شیطنت کے نیزے جو آتی جھبوئی ہے اس پر ہمارے ردِ عمل نے بھوڑے سے بہت مغالطوں کا امکان بھی ختم کر دیا ہے۔ ہمارے ذہنی دیوالیہ پن کا راز عین میدانِ معرکہ میں حریف پر فاش ہو گیا۔

دوسری دردناک حقیقت یہ ہے کہ "کویت — عراق — امریکہ" کی جنگ مثلث نے تمام مسلم دنیا کو پھاڑ دیا ہے۔ چھوٹے موٹے داخلی روزمرہ معاملات میں تو ہمیشہ چخ چخ ہوتی ہی رہتی تھی، یہاں تک کہ شریعت بل پر بھی اختلافات کے نتیجے لڑنے میں علماء اور جدیدیوں کے دونوں گروہوں نے بڑا مظاہرۂ فن کیا۔ مگر اب خلیجی قضیے کے عنوان سے ایک ملی معاملے میں ہمارے دینی علماء اور سیاسی دانش ور، اربابِ تحریر اور اصحابِ تقریر، مقتدرین اور ان کے مخالفین اپنی اپنی بولیاں اس طرح بولنے لگے جیسے ہر مسلمان ملک میں چاہِ بابل کا سا عالم ہو۔ وہی کیفیت کہ ؎

شکرہ بر کنجشک و بر آہو پلنگ

ہر کوئی اپنی اپنی بات ٹھونستا ہے اور کسی دوسرے کی نہیں سنتا۔ سنتا ہے تو کسی دوسرے

سے کچھ اخذ نہیں کرتا۔ دو چار فریقوں کی رائیں بھی اپنی اپنی ہیں اور دلائل بھی اپنے اپنے سارے جتھوں کے قافلہ سالار بھی الگ ہیں۔ اخبارات پڑھیں تو ان کے بھی ٹوٹے اور خبروں کی سرخیاں مختلف، مختلف شخصیتوں کی اہمیتیں مختلف ــــ اور پھر تازہ خبر نہ ہو تو پچھلی خبروں کے لیے نئی نئی تصویریں جوڑ کر ان کے لیے نئے لفظوں میں سٹوریاں لکھوانا اور ان پر نئے عنوان جمانا، خبریت کا معیار یہ کہ کون انوکھی بولی بولتا ہے؟ کون کس پر سیاسی فقرہ بازی کا زیادہ مزے دار حملہ کرتا ہے۔ مرغوب ترین اطلاعات وہ جن کی رو سے کوئی آواز ملک کے خلاف اٹھے، یا یہ نہیں تو حکومت کے خلاف۔

پھر ہر اہم شخصیت کی ذرا سی بات کو اپنا مستقل مورچہ بنا کر دوسری طرف گولہ باری شروع کر دینا، جیسے مرزا اسلم بیگ کے ایک معقول سے بیان کے گرد تنقیدی دیوار کھڑی کر کے نصرت بھٹو صاحبہ مورچے میں مشین گن لے کر بیٹھ گئیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر کویت کا ذکر بیچ میں لائے تو سمجھو کہ امریکی سازش کے ہاتھوں مارے گئے۔ کسی کا شعور یہ ہے کہ صدام بھی امریکی ڈرامے کا پہلے سے پسند کردہ حقیقت ناشناس ہیرو ہے۔ کسی کے منہ سے جھاگ اس بات پر اڑ رہی ہے کہ ساری شرارت کویت اور سعودی عرب کی ہے، وہ اگر امریکہ کو نہ بلاتے تو کویت کا مسئلہ تو خود ہی مسلم امہ حل کر لیتی۔ جی ہاں! جیسے مسلم امہ نے اپنے پہلے سارے مسائل تو حل کر ڈالے ہیں۔ یہ مسلم امہ کو تو صدام منہ لگانے کو تیار نہیں ہے۔ بڑے بڑے طرم خاں پگڑیاں اس کے پاؤں پر رکھ کر بے نیل و مرام اس کی پناہ گاہ سے باہر نکلے تو بات رکھنے کو یہی بتایا کہ ــــ "صدام ساڈا شیر ہے، باقی ہیر پھیر ہے"۔ وہ تو ایسا صدم صدا شخص ہے کہ ہفت اقلیم سے کیا، ہفت آفاق سے ریلنے کو تلا بیٹھا ہے۔ ہوا ناں ایمان کا پتلا۔

سو ایک کشمکش وہ ہے جو امن کی کوششیں کرنے والوں اور سڑکوں پر "تاک دھنا دھن تاک" کرنے والوں کے درمیان ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ صدام کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکنا اور امن مشن کا جھنڈا اٹھا لینا ملت سے غداری ہے۔ ایک اور جنگ یہ برپا ہے کہ بش کے پتلے جلانے والے اور صدام کی تصویریں اٹھائے سڑکوں پر